34

اگر پانچ ہزار آدمی کھڑے ہو جائیں تو جو کام ہم سو سال میں کر سکتے ہیں وہ دو تین سالوں میں کر لیں گے

(فرمودہ 12 اکتوبر 1945ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں آج پھر گزشتہ خطبہ جمعہ کے سلسلہ میں اپنے بعض خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں میں نے بتایا تھا کہ دنیا میں محض صداقت کا پایا جانا اِس بات کی علامت نہیں کہ دنیا میں صداقت قائم بھی ہو جائے۔ صداقت کو قائم کرنے کے لئے بہت بڑی کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض زمانوں میں تو صداقت دنیا سے بالکل مٹ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ صداقت کو دنیا میں پہنچانے والا انسان اپنی طرف سے بھجواتا ہے۔ اور بعض زمانوں میں صداقت تو موجود ہوتی ہے مگر وہ ایسی مخفی ہوتی ہے کہ اُس کے دلائل لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعض زمانے ایسے آتے ہیں کہ صداقت بھی ہوتی ہے، دلائل بھی ہوتے ہیں مگر صداقت کو دنیا میں پہنچانے والے باقی نہیں رہتے۔ لوگوں میں نفسا نفسی پائی جاتی ہے اور خدا اور اُس کے سلسلہ کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ پھر بعض زمانے ایسے آتے ہیں کہ صداقت بھی ہوتی ہے، صداقت کے دلائل بھی ہوتے ہیں اور صداقت کو دنیا میں پہنچانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں مگر ان میں سے قوتِ عملیہ جاتی رہتی ہے۔ لوگ محسوس کرتے اور دیکھتے ہیں کہ ان کی زبانیں کچھ کہہ رہی ہیں لیکن اُن کی نگاہیں کچھ اَور کہہ رہی ہیں اور اُن کے اعمال

کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں۔ اس لئے اُن کے دلوں میں شبہ اور شک پیدا ہوتا ہے اور ان شکوک و شبہات کی وجہ سے لوگ ان کی باتوں کو قبول کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ جب تک یہ ساری چیزیں بیک وقت جمع نہ ہو جائیں اُس وقت تک صداقت کو غلبہ ملنا یقینی نہیں ہوتا۔ پس ہم اگر صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور اگر ہماری جماعت کے دلوں میں یہ یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں زبردست دلائل عطا فرمائے ہیں تو جب تک ان دلائل کو ہم لوگوں کے سامنے پیش نہ کریں اور جب تک ان دلائل کے ساتھ ہمارے اعمال اور پھر ہمارے اعمال کے ساتھ خدا تعالیٰ کا فعل بھی شامل نہ ہو اُس وقت تک دنیا اِس سے مستفیض نہیں ہو سکتی۔

میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں اختصار کے ساتھ اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ جب کبھی دنیا میں خدا تعالیٰ کے نبی آئے ہیں تو لوگوں کی روحانی اصلاح کے ساتھ ان کی دنیوی ترقی بھی ہوئی ہے۔ میں گزشتہ خطبہ جمعہ میں اِس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکا لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس کے انکار کی ہمیں گنجائش نظر نہیں آتی۔ جب ہم دنیا کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پیش کرتے ہیں تو ہم سے اختلاف رکھنے والے مسلمان سوال کرتے ہیں کہ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں آکر اپنی جماعت کی عملی زندگی میں کیا تغیر پیدا کیا؟ وہ ہم سے یہ سوال کرتے ہیں اور جائز طور پر کرتے ہیں کہ جہاں تک دلائل کا سوال ہے تم خود مانتے ہو کہ مرزا صاحب قرآن شریف سے باہر کوئی چیز نہیں لائے اور تم خود مانتے ہو کہ قرآن شریف ایک زندہ کتاب ہے۔ جب قرآن شریف ایک زندہ کتاب ہے اور ساری صداقتوں کی جامع ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے باہر کوئی چیز نہیں لائے اور جو کچھ دلائل تم سناتے ہو وہ قرآن کریم میں موجود ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کو نہیں سمجھ سکے اور تم سمجھ گئے ہو۔ مگر بہر حال وہ اس میں موجود ہیں جسے ہم اور تم مانتے ہیں۔ تو اس سے زائد کوئی چیز مرزا صاحب کو لانی چاہیئے تھی اور وہ یہی ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ تمہاری جماعت کو ایسا تعلق ہو کہ اس تعلق کی وجہ سے تمہارے لئے وہ نتائج پیدا ہو جاتے ہوں جو ہمارے لئے نہ ہوتے ہوں۔ چنانچہ جب ہم قرآن کریم غیر قوموں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ قرآن کریم

میں سچائیاں موجود ہیں، ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ ہماری کتب جھوٹی ہیں یا سچائی اور جھوٹ دونوں پر مشتمل ہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ اگر ہماری کتب جھوٹ اور سچائی یا ساری کی ساری جھوٹ پر مشتمل ہیں اور تمہاری کتاب ساری کی ساری سچائی پر مشتمل ہے تو ہمارے اندر اپنی جھوٹی کتب کے ساتھ تعلق رکھنے سے کیا خرابی پیدا ہوئی؟ اور تمہارا قرآن کریم کے ساتھ تعلق رکھنا کونسے اچھے نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوا؟ آخر اچھی چیز کسی فائدہ کے لئے آیا کرتی ہے۔ پھر تمہیں قرآن کریم سے کیا فائدہ پہنچا؟ یہ واقعی ایسا سوال ہے جو معقول ہے اور جس کا جواب دیا جانا ضروری ہے ہماری طرف سے اس کا روحانی جواب دیا جاتا ہے۔ مگر بتاؤ دنیا میں کتنے انسان ایسے ہیں جو روحانی نگاہ سے صداقت کو دیکھا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روحانی نگاہ سے مانا ان لوگوں سے مقابلہ کرو جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دنیوی نگاہ سے مانا۔ روحانی نگاہ سے ماننے والے تو اتنی تھوڑی تعداد میں تھے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہہ دیا اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [1] اے موسیٰ! جاؤ تم اور تمہارا خدا دشمن سے لڑتے پھرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ مگر جب لڑائی کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پر چلنے والوں کو فتح دی اور روحانی علامات کے علاوہ جسمانی علامات بھی پیدا ہو گئیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو فلسطین کی چپہ چپہ زمین پر قابض ہو گئے تو ہر ایک نے کہا حضرت موسیٰ سچے تھے۔ جب فلسطین کے دریاؤں اور پہاڑوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا یہ ثبوت ہے کہ آپ کے پیرو ہم پر قابض ہیں تو پھر دنیا بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی اور ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی بلکہ اب تو کروڑوں تک پہنچ چکی ہے۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو ان کو جو دلائل خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے صداقت کے دیئے تھے آیا وہ بہتر دلائل تھے یا وہ جو تین سَو سال کے بعد روم میں پیدا کئے گئے، کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کو اُن کی زندگی میں جو دلائل ملے تھے وہ تین سو سال کے بعد بگڑے ہوئے عیسائیوں کو مل سکتے تھے۔ مگر ان روحانی دلائل سے صرف بارہ آدمی ایمان لائے۔ اور ان میں سے بھی ایک نے آپ پر لعنت کی اور ایک نے یہ کیا

کہ تیس درہم یعنی سات روپے لے کر اپنے استاد کو یہودیوں کے پاس فروخت کر دیا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی کے ذریعہ حضرت مسیح ناصریؑ کو دنیا میں غلبہ دینا شروع کیا تو اس غلبہ کی جسمانی علامات کو دیکھ کر کروڑوں کروڑ انسان آپ پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ اِس وقت حضرت مسیح ناصریؑ کو ماننے والے کروڑوں کروڑ انسان موجود ہیں جنہیں حضرت مسیح ناصریؑ کی روحانی زندگی کا کچھ علم نہیں۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی توحید قائم کرنے آیا تھا اگر اُسے ماننے والے اُس کو خدا قرار دیتے ہیں تو ہم کس طرح مان سکتے ہیں کہ اُس کے مذہب کا کوئی حصہ بھی باقی رہ گیا ہے۔

اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرہ سال مکہ میں رہے۔ آپ نے معجزات دکھائے، اپنی صداقت کے دلائل پیش کئے مگر کتنوں نے ان معجزات اور دلائل کو دیکھ کر آپ کو مانا۔ بعد میں سات سال تک آپ مدینے میں بھی رہے اور اپنی صداقت کے دلائل پیش کرتے رہے، معجزات بھی دکھلائے اور قرآن شریف کا اکثر حصہ آپ پر یہیں نازل ہوا مگر کتنی روحانی نگاہیں تھیں جنہوں نے آپ کو پہچانا۔ مگر مکہ کا فتح ہونا تھا کہ عرب کے لوگوں کی آنکھیں کُھل گئیں اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں۔ تو دنیا کے اکثر انسان ایسے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے روحانی نشانوں سے نہیں بلکہ مادی نشانوں سے ہدایت پاتے ہیں۔ نشان تو وہ بھی خدائی تھا جس نے حضرت مسیح ناصریؑ کو غلبہ دیا، نشان تو وہ بھی خدائی تھا جس نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کو فتح دی نشان تو وہ بھی خدائی تھا جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غلبہ دیا۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ روحانی نشان تھے اور یہ مادی نشان تھے۔

مادی نشان سے لوگ زیادہ متأثر ہوتے ہیں اور روحانی نشانات سے کم۔ اب تو خیر جاپان مغلوب ہو گیا ہے پہلے زمانہ کا ایک لطیفہ مجھے یاد ہے جو کئی دفعہ میں نے بیان بھی کیا ہے۔ ایک جاپانی مصنف نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے ہماری قوم نے جب دیکھا کہ مغربی اقوام ہمارے ملک پر قبضہ کر رہی ہیں اور ہر طرح ہمیں ذلیل اور رسوا کرتی ہیں تو ہم نے سمجھا ہمیں بھی عزتِ نفس کو قائم کرنا چاہیے۔ ہم نے سمجھا یورپین لوگوں میں یہ خوبی ہے کہ ان کے ہاں

مدارس ہیں اور ان کے چھوٹے بڑے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم نے بھی اپنے ملک میں تعلیم جاری کی اور ہم نے سمجھا کہ اِس طرح یہ ہمیں مہذب سمجھنے لگ جائیں گے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم نے گاؤں گاؤں میں سکول کھول دیئے اور ہر جگہ تعلیم رائج کر دی یورپین لوگ آتے، ہماری تعلیم کو دیکھتے مگر سر ہلاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے گزر جاتے کہ یہ غیر مہذب قوم ہے۔ اِس پر ہم نے خیال کیا تعلیم نہیں کوئی اَور چیز ہے جس سے تہذیب حاصل ہوتی ہے۔ پھر ہم نے سمجھا تجارت اس قوم میں بڑی ہے ہم بھی اپنی قوم میں تجارت رائج کرتے ہیں۔ پھر ہم نے لوگوں کی توجہ تجارت کی طرف مبذول کی اور اِتنی تجارت کی کہ ہمارا ملک کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ لیکن یورپین آتے اور سر ہلا کر کہتے یہ غیر مہذب قوم ہے۔ پھر ہم نے خیال کیا تجارت نہیں کوئی اَور چیز ہے جس سے تہذیب حاصل ہوتی ہے۔ پھر ہم نے سمجھا شاید صنعت و حرفت سے تہذیب حاصل ہوتی ہے۔ ہم نے بڑے بڑے کارخانے جاری کئے اور باہر سے کسی قسم کا مال منگوانا بند کر دیا۔ لیکن پھر بھی یورپین آتے اور سر ہلا کر کہتے یہ غیر مہذب قوم ہے۔ جب ہم نے دیکھا کہ اس پر بھی ہم غیر مہذب ہی کہلاتے ہیں تو ہم نے خیال کیا یہ لوگ غیر ملکوں میں مال بھیجتے ہیں شاید اس لئے مہذب ہیں۔ اِس پر ہم نے بھی اپنا مال غیر ملکوں میں بھیجنا شروع کر دیا اور خیال کیا کہ اس طرح غیر ملکوں میں مال بھیجنے سے ہم مہذب کہلا سکیں گے۔ مگر پھر بھی انہوں نے سر ہلا کر کہا یہ غیر مہذب قوم ہے۔ پھر ہم نے سمجھا شاید اِس وجہ سے یہ ہمیں غیر مہذب کہتے ہیں کہ یہ اپنے جہازوں میں اپنی تجارت کا سامان لادتے اور دوسرے ملکوں میں لے جاتے ہیں۔ لیکن ہم ان کے جہازوں میں لے جاتے ہیں۔ اِس خیال کے آنے پر ہم نے بھی اپنے جہاز بنائے اور ان کے ذریعہ اپنا مال دوسرے ملکوں میں بھیجنا شروع کیا۔ مگر پھر بھی انہوں نے کہا یہ غیر مہذب قوم ہے۔ پھر ہم نے سمجھا شاید فوج کا پاس ہونا تہذیب کی علامت ہوتی ہے۔ ہم نے بھی فوج بنائی اور جہاز وغیرہ تیار کئے۔ مگر پھر بھی یورپین ہمیں غیر مہذب کہتے رہے۔ جب ہم نے ساری باتیں کر لیں اور اپنا نام نہ بدلوا سکے تو ہم نے سمجھا یہ چیزیں ہمارے لئے بیکار ہیں۔ ہم نے منچوریا (Manchuria) کے میدان میں سفید چمڑی والے تین لاکھ آدمی چند دنوں میں قتل کر دیئے ان کا قتل ہونا تھا کہ ساری دنیا میں تاریں

اُڑ گئیں کہ جاپانی مہذب ہو گئے ہیں، جاپانی مہذب ہو گئے ہیں۔

غرض مادی طاقت ایک ایسی چیز ہے جو بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک علم کا سوال ہے ہزارہا ہندوستانی علم میں یورپین لوگوں سے زیادہ ہیں۔ جہاں تک صنعت و حرفت کا تعلق ہے ہندوستانی ان سے پیچھے نہیں۔ جہاں تک تجارت کا تعلق ہے ان سے پیچھے نہیں۔ مگر چونکہ ابھی مادی غلبہ ہندوستانیوں کو حاصل نہیں ہوا اس لئے غیر مہذب کہلاتے ہیں۔ پس مادیت ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ وہ لوگ بھی حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں۔ جو اس کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن اگر مادی بیداری کی ابتدا ہی نہیں ہوئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا کی آنکھیں کھولنا کتنا مشکل کام ہے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے وہ نشان لوگوں کی ہدایت کا زیادہ موجب ہوتا ہے جو مادی غلبہ بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مگر مادی غلبہ کے مختلف زمانے ہوتے ہیں۔ جو موسوی سلسلہ کے بروز ہوتے ہیں اُن کو مادی غلبہ جلد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے شریعت کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ مگر مسیحی سلسلہ کے بروزوں کا غلبہ آہستہ آہستہ محنتوں، کوششوں اور تدابیر سے ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر سے نکلے اور اپنی زندگی میں ہی (گو اصل اور آخری نتیجہ اُن کی زندگی کے بعد نکلا جس کی وجہ یہودیوں کی ایک غلطی تھی) فتح کی بنیادیں رکھ گئے اور آپ کی وفات کے چند سالوں کے بعد آپ کے پیروؤں کے ذریعہ فلسطین فتح ہو گیا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی عرب پر غالب آئے اور آپ نے اسلامی حکومت قائم کر لی۔ مگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو یہ موقع نہیں ملا۔ ان کی قوم کو کہیں تین سو سال میں جا کر غلبہ حاصل ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسیح ناصریؑ کے بروز ہیں اس لئے آپ کی قوم کو بھی ایک لمبے عرصہ کے بعد جس میں کہ اسے کئی قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی اور قدم قدم پر کوشش اور جدوجہد سے کام لینا پڑے گا اور ایسے نازک حالات میں سے گزرنا پڑے گا کہ کمزور ایمان والے مرتد ہونے کے لئے تیار ہو جائیں گے، غلبہ حاصل ہو گا۔ ہم نے جو جدوجہد کرنی ہے اس جدوجہد میں سے ایک یہ ہے کہ ہماری تبلیغ وسیع ہو۔

لیکن ہمارے موجودہ حالات ایسے نہیں کہ ہم دنیا میں تبلیغ کو وسیع کر سکیں۔ ہاں دنیا میں تبلیغ کو وسیع کرنے کا ایک اَور ذریعہ بھی ہے جس کا قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے۔ قرآن شریف میں حج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حج ایک عبادت ہے لیکن اس کے ساتھ تمہیں یہ بھی اجازت ہے کہ حج کے دنوں میں تم تجارت بھی کر لیا کرو۔ کیونکہ اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنا کام کاج چھوڑ کر حج کے لئے جائیں تو اُن کو بہت سی مالی مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج گو عبادت ہے لیکن اگر اس کے ساتھ تم تجارت بھی کر لو تو ہماری طرف سے کوئی روک نہیں۔ بے شک اپنے پاس سامانِ تجارت رکھو اور اسے راستے میں بیچتے چلے جاؤ۔ حضرت خلیفہ اول ایک ہندوستانی کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے کہ وہ حج کے لئے گیا تو اس کے پاس روپیہ کافی تھا لیکن اس نے بخل کی وجہ سے یا خدا تعالیٰ کا کوئی نشان دیکھنے کی غرض سے ارادہ کیا کہ میں حج کے لئے جاتے ہوئے راستے میں کماتا جاؤں گا اور اس کمائی سے حج کروں گا۔ چنانچہ وہ جہاز میں سوار ہو گیا کچھ مدت کے بعد چونکہ جہاز میں کوئی نائی نہیں تھا جب لوگوں کے بال بڑے ہوئے تو انہیں پریشانی لاحق ہوئی کہ اب کیا کیا جائے؟ ایک دن انہوں نے قینچی لی اور ایک آدمی جو اُنہی کے پاس بیٹھا سر کھجلا رہا تھا اُس کے سر کے بال کاٹنے شروع کر دیئے۔ ایسے سفر میں کون دیکھتا ہے کہ حجامت اچھی بنی ہے یا خراب۔ اُن کا قینچی پکڑنا تھا کہ لوگوں نے انہیں نائی سمجھ کر پیسے دینے شروع کر دیئے اور ساتھ ساتھ حجامت بھی بنواتے چلے گئے۔ وہ حجامتیں بناتے گئے اور پیسے جمع کرتے گئے۔ تو حج کے دنوں میں محنت مزدوری کرنا منع نہیں کیونکہ غیر ملکوں میں جانے کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِسی طرح اگر ہم نے وسیع طور پر تبلیغ کرنی ہے تو ضروری بات یہ ہے کہ ہم ایسے کام کریں جن کے ذریعہ بغیر پیسے کے تبلیغ کر سکیں۔

میں نے پچھلے خطبہ میں بتلایا تھا کہ ہندوستان کے ہزارہا شہروں میں صرف دو سو جگہیں ایسی ہیں جہاں احمدیہ جماعت کے ایک ایک یا دو دو تاجر پائے جاتے ہیں۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک شخص کا خط آیا۔ اُس نے لکھا تھا جس علاقہ سے میں آیا ہوں اُس میں میلوں میل تک کسی کو احمدیت کا علم بھی نہیں۔ جس سے بھی ذکر کیا جائے وہ احمدیت سے کُلّی طور پر ناآشنا

معلوم ہوتا ہے۔ ابھی ایک عیسائی مدراس سے مسلمان ہو کر آیا ہے اُسے اتفاقاً ایک دوست مل گئے اور اُس کے ذریعہ اس کو احمدیت کا پتہ لگا۔ احمدی ہونے کے بعد اس نے کہا ہے کہ ہمارے ہاں ہزارہا عیسائی ہیں اور وہ اس بات کے متلاشی ہیں کہ ان کو سچا مذہب ملے۔ آپ وہاں اپنا مبلغ بھیجیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کہاں کہاں مبلغ بھیجیں۔ بعض دفعہ بعض جماعتیں مجھے لکھتی ہیں کہ ہم نے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کو لکھا تھا کہ مبلغ بھیجیں لیکن انہوں نے اس کی پروا نہیں کی۔ میں اُن کو یہی جواب دیا کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے چالیس مبلغ ہیں اور آٹھ سَو ہماری منظم جماعتیں ہیں۔ جن میں سے بعض جماعتوں میں بیس بیس، تیس تیس گاؤں شامل ہیں۔ اسکے علاوہ وہ افراد جو مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں اگر اُن کو بھی ملالیا جائے تو پانچ سات ہزار جگہیں ایسی ہیں جہاں جماعت پھیلی ہوئی ہے۔ اب بتاؤ ہم چالیس مبلغ کہاں کہاں بھجوائیں۔ ایسے حالات میں سوائے اِس کے کوئی چارہ نہیں کہ اگر آپ کے اندر دین حاصل کرنے کی خواہش ہے تو اپنی جماعت کے نوجوانوں کو قادیان بھجوائیں۔ ہم انہیں قرآن کریم اور حدیث وغیرہ پڑھا دیں گے اور سلسلہ کے ضروری مسائل سے اُن کو واقف کر دیں گے تا کہ واپس جا کر وہ اپنے علاقوں میں تبلیغ کا کام کر سکیں۔ لیکن اگر ایسا بھی ہو جائے تو صرف پانچ چھ ہزار گاؤں ایسے ہوں گے جہاں ہماری تبلیغ پہنچ سکے گی۔ حالانکہ ہندوستان میں آٹھ لاکھ گاؤں ہیں۔ اگر پانچ چھ ہزار آدمیوں کو قرآن شریف پڑھا بھی دیا تو اس سے صرف پانچ چھ ہزار گاؤں میں تبلیغ ہو گی۔ گویا سَو میں سے صرف ایک جگہ ایسی ہو گی جہاں تبلیغ پہنچے گی۔ لیکن اگر چار پانچ ہزار آدمی ایسے نکل آئیں جو چار پانچ ہزار جگہوں پر جا کر بیٹھ جائیں اور تجارت کریں تو چونکہ آٹھ دس گاؤں کو ایک آدمی سنبھال سکتا ہے اگر چار پانچ ہزار گاؤں یا قصبوں میں اتنے آدمی بیٹھ جائیں تو چالیس پچاس ہزار گاؤں تک ہم اپنی تبلیغ کو وسیع کر سکتے ہیں۔

اگر ہماری جماعت کے نوجوان اس طرف توجہ کریں تو میں سمجھتا ہوں پچیس ہزار شہروں اور قصبات میں بیس پچیس ہزار تاجروں کا بٹھلا دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ بیس پچیس ہزار جگہوں پر بیس پچیس ہزار تاجروں کے بیٹھ جانے کے معنے یہ ہوں گے کہ قریباً سارے ہندوستان میں ہم اپنی تبلیغ کو پھیلا سکیں گے۔ کیونکہ ہر آدمی آٹھ دس میل کے علاقہ تک اپنی

تبلیغ آسانی سے پہنچا سکے گا۔ احمدیت ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی شخص اپنی ذات تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ جیسے مشک کی خوشبو روکی نہیں جاسکتی، جس طرح گلاب کے عطر کی خوشبو چھپائی نہیں جاسکتی اِسی طرح احمدیت بھی ایک ایسی چیز ہے کہ جہاں چلی جائے اِس کی خوشبو صرف اس جگہ تک محدود نہیں رہتی بلکہ اردگرد بھی پھیل جاتی ہے۔ مگر ہر چیز کے پھیلنے کی ایک حد ہوتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں مشک کی خوشبو کو چھپایا نہیں جاسکتا، گلاب کی خوشبو کو روکا نہیں جاسکتا۔ مگر ایک حد تک۔ ہم عطر کی خوشبو یا مشک کی خوشبو کو پندرہ بیس یا تیس گز تک تو نہیں چھپاسکتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مشک اگر یہاں پڑی ہے تو امریکہ کے لوگ اس کی خوشبو سُونگھ سکتے ہیں۔ بہترین سے بہترین ہرن کی مشک لاکر اور کسی جگہ رکھ کر یہ امید کرنا کہ چار پانچ میل سے اس کی خوشبو سُونگھی جائے ایک غلط امید ہوگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے احمدیت کو ایک ایسی طاقت بخشی ہے کہ میلوں میل تک اِس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ اگر ایک گاؤں میں ایک احمدی ہو تو اردگرد کے پانچ سات میل تک لوگ احمدیت سے واقف ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نہیں جانتے احمدیت کیا چیز ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ ایک احمدی ہو اور اردگرد بیس تیس میل تک کوئی احمدی نہ ہو تو اکثر لوگ کہہ سکیں گے کہ ہمیں پتہ نہیں احمدیت کیا چیز ہے۔ اگر ہم بیس پچیس ہزار مبلغ اِس طرح پھیلا دیں کہ ہر سات آٹھ میل کے دائرے میں ایک احمدی تاجر ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہندوستان کا کوئی فرد یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میں نے احمدیت کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ بہت سے ایسے ہوں گے جنہوں نے احمدیت کے دلائل سنے ہوں گے اور ان میں جو سعید روحیں صداقت کی متلاشی ہوں گی وہ اس کو تسلیم بھی کرلیں گی۔ پس یہ ایک ایسی تحریک ہے جو ہمارے لئے کامیابی کا بہت بڑا راستہ کھولنے والی ہے۔ موجودہ حالات میں ہمارے لئے بیس ہزار مبلغ رکھنا بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ بیس ہزار مبلغ رکھنے کے لئے کئی کروڑ کی آمدن ہونی چاہیے اور ابھی ہماری آمدن چند لاکھ سے زیادہ نہیں۔ ہاں بیس ہزار تاجر بٹھا دینا کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنی جدوجہد سے کمائی کرنی ہے۔ حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے۔ ایک بہت بڑا تاجر میرا واقف تھا۔ اُس کا لڑکا مجھے ملنے کے لئے آیا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے باپ نے تم کو الگ کر دیا ہے وہ تو

بڑا مالدار آدمی ہے تمہیں اُس نے اپنے ساتھ کیوں شریک نہیں کیا؟ کہنے لگا حکیم صاحب! جب میں جوان ہوا تو میرے والد نے مجھے کہا دیکھو بیٹا میں غریب کنگال تھا میں نے کمانا شروع کیا اور اب میرے پاس لاکھوں روپیہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اِسی طرح کماؤ تا تمہیں مال کی قدر معلوم ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم میرے مرنے کے بعد روپیہ برباد کر دو اور میری محنت ضائع ہو جائے۔ میں نے چند پیسوں سے تجارت شروع کی تھی مگر اب تمہارا باپ بہت امیر ہے۔ اسلئے میں تجارت کے لئے تمہیں چند روپے دے دیتا ہوں اس سے تم تجارت شروع کرو اور ترقی کرو۔ اب دیکھو وہ نوجوان اِس بات پر ناراض نہیں تھا کہ اُسے کیوں الگ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مجھے میرے والد نے اِس لئے علیحدہ کیا ہے تا میرے اخلاق درست ہو جائیں۔

قادیان میں ایسے تاجر ہیں جنہوں نے ہمیں بعض ضروریات کے مواقع پر سینکڑوں روپیہ چندہ دیا۔ لیکن ہماری آنکھوں دیکھی بات ہے کہ ان میں سے کسی نے چار آنے سے، کسی نے روپے سے تجارت شروع کی تھی۔ حکیم عبدالرحمٰن صاحب کاغانی کا ایک لطیفہ مجھے یاد ہے۔ اب تو وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول نے چالیس یا پچاس روپے ان کے ہاتھ میں دیئے اور کہا یہ لے جاؤ اور کسی کا نام لے کر کہا اُس کو دے دو۔ انہوں نے اپنے ہاتھ پھیلا کر آگے کئے اور روپے لے لئے۔ اُس وقت اُن کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ لیکن میں نے اِس کا خیال نہیں کیا۔ حضرت خلیفہ اول چونکہ تجربہ کار تھے اُس کے ہاتھ کو کانپتا دیکھ کر مجھے کہنے لگے میاں! اس کا ہاتھ دیکھو۔ کیا اس کے ہاتھ کانپا کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے تو اب کیوں کانپ رہے ہیں؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ فرمانے لگے یہ ہمارے مسلمانوں کی بد بختی کی علامت ہے۔ کسی ہندو کے ہاتھ میں دس ہزار روپیہ دے دو تو وہ بڑے آرام سے اپنے نیفے میں روپیہ ڈال کر چلا جائے گا۔ لیکن یہ ڈر رہا ہے اور اس کے ہاتھ اس لئے کانپ رہے ہیں کہ اگر روپیہ گر کر ضائع ہو گیا تو کہاں سے ادا کروں گا۔ مگر وہ ہمت والے آدمی تھے انہوں نے چند پیسوں سے تجارت شروع کی۔ اور ان کی تجارت اتنی بڑھی کہ ایک تحریک کے موقع پر انہوں نے ڈیڑھ سو سے زیادہ چندہ دیا۔ جب انہوں نے یہ چندہ دیا تو مجھے وہ بات یاد آگئی۔ میں نے کہا دیکھو! چالیس روپے حضرت خلیفہ اول کے ہاتھ سے لے کر اس شخص کے ہاتھ

کانپ رہے تھے کہ کتنا روپیہ میرے سپرد کیا جارہا ہے مگر اب خداتعالیٰ نے انہیں سینکڑوں روپیہ چندہ دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ تو انسان بہت تھوڑے پیسوں سے تجارت شروع کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اُس میں قربانی کی عادت ہو۔ قادیان میں دسیوں آدمی ایسے ہیں جو شاید شرما کر اپنی پہلی حالت بیان نہ کریں۔ لیکن واقع یہ ہے کہ گو وہ اب سات سات آٹھ آٹھ ہزار روپیہ کی جائیدادیں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ لیکن انہوں نے چند آنوں سے کام شروع کیا تھا۔ ایک دوست ہیں جن کی اب بیس پچیس ہزار کی جائیداد ہو گی ان کا مکان بھی ہے زمین بھی۔ انہوں نے چھ آنوں سے میرے سامنے کام شروع کیا تھا۔ پس یہ کام اِس طرح کا ہے کہ اس میں بغیر روپے اور بہت تھوڑی محنت کے ساتھ انسان بڑی کمائی کر سکتا ہے۔ جو آدمی تجارت شروع کرتا ہے پہلے وہ اپنی مزدوری کا کمایا ہوا کھاتا ہے۔ پھر تجارت کی کمائی کھاتا ہے۔ پھر تجارت کا کمایا ہوا جمع کرتا چلا جاتا ہے اور اسے نفع ہی نفع رہتا ہے۔

غرض بیس ہزار تاجر ہندوستان کے مختلف حصوں میں بھجوانا کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر انگریزوں کی لڑائی میں ہمارے پندرہ سولہ ہزار نوجوان چلے گئے ہیں تو کیا خداتعالیٰ کی لڑائی میں پانچ ہزار نوجوانوں کا جانا مشکل ہے؟ (کیونکہ ابھی میرا پانچ ہزار کا مطالبہ ہے) اور پھر ایسے رنگ میں جب کہ تم اپنی جماعت کا مستقبل شاندار بنانے کی کوشش کرو گے تو تم خود کھاؤ گے، دین کے لئے چندہ دو گے اور اپنے رشتہ داروں کو بھی کھلاؤ گے۔ پس ہماری جماعت کے لئے موجودہ زمانہ کے حالات کے لحاظ سے پچاس سال تک بھی بیس ہزار مبلغ کا خیال کرنا ناممکن ہے لیکن بیس ہزار تاجر بھیجنا کوئی مشکل کام نہیں۔ میں نے بتایا تھا کہ ہندوستان سے باہر اگر ہم تبلیغ کو مدنظر رکھیں تو اس کے لئے کم سے کم پانچ سَو روپے ماہوار فی مبلغ ہمیں خرچ کرنا پڑے گا۔ بلکہ درحقیقت اگر ہزار روپیہ ہو تو کام اچھی طرح چل سکتا ہے۔ کیونکہ صرف مکان کا کرایہ ہی وہاں تقریباً تین چار سَو روپیہ دینا پڑتا ہے۔ اگر پانچ سَو روپیہ فی کس ہی رکھیں تو بیس ہزار مبلغوں کے رکھنے کے معنے یہ ہوں گے کہ ایک کروڑ روپیہ ماہوار اور بارہ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہو گا۔ یہ کم سے کم اندازہ ہے۔ پھر ان کے آگے جانے کا کرایہ بھی ہو گا۔ اس طرح بیس ہزار مبلغوں کے لئے درحقیقت چوبیس کروڑ روپیہ سالانہ یعنی ہماری موجودہ آمدن سے دو سَو گُنے

زیادہ آمدن ہو تو یہ طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے پچھلے تیس سال میں قریباً پندرہ بیس گُنا اپنی آمدن کو بڑھایا ہے۔ فرض کرو ہم اس کو بہت زیادہ کریں تو پچاس یا سَو سال میں جا کر ہم چوبیس کروڑ کی مرکزی آمدن پیدا کر سکیں گے (کیونکہ قریباً نصف کے قریب آمد بِلادِ ممالک میں خرچ ہو جاتی ہے) اور سَو سال تک اتنے مبلغین کے لئے ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر بیس ہزار کنگال بھی اِس تحریک پر کھڑے ہو جائیں۔ یا کم سے کم پانچ ہزار آدمی کھڑے ہو جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو کام ہم سَو سال میں کر سکتے تھے۔ اسے انشاء اللہ دو تین سالوں میں کر لیں گے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے اگر ایسا ہو اور ہم میں سے ہر فرد اس کی اہمیت کو سمجھے تو چند سالوں میں ہی حیرت انگیز تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ جو پہلے سے تجارت کرنے والے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے لئے چندہ دے دینا کافی ہے۔ بلکہ انہیں چاہیے کہ پندرہ بیس یا تیس نئے تاجروں کو اپنا پیشہ سکھائیں، اُن کی اخلاقی امداد کریں اور اگر ضرورت پڑے اور ہو سکے تو مادی امداد بھی کریں۔ اِس طرح صدقہ جاریہ کے طور پر وہ بہت بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

مَیں حیران ہوں کہ ہمارے ہندوستان کے تاجروں میں یہ روح نہیں۔ حالانکہ بیرونی ممالک میں یہ روح نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ افریقہ میں ایک شامی تاجر کو تحریک کی گئی ہم چاہتے ہیں تجارت کا سلسلہ وہاں شروع کریں۔ مغربی افریقہ میں وہ ایک ہی احمدی تاجر ہیں انہوں نے تار کے ذریعہ اُسی وقت جواب دیا کہ آدمی فوراً بھیج دیں۔ میں اپنی جائیداد میں اس کو حصہ دار بنانے کو تیار ہوں اور اُس کو اپنا حصہ دار بنانے کے لئے بھی آمادہ ہوں۔ یہی روح ہے جو قوموں کو ترقی کی طرف لے جاتی ہے اور یہی روح ہے جو ہماری جماعت کے تاجروں میں ہونی چاہیے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس شکایت ہوئی کہ آپؐ نے فلاں مہاجر کو فلاں انصاری کے سپرد کیا تھا۔ وہ اس سے کہتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو میرا بھائی بنا دیا ہے تو اب تم ہر چیز میں میرے شریک ہو۔ میری دو بیویاں ہیں تم ان میں سے جس کو چاہو پسند کر لو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ جائیداد بھی نصف نصف بانٹنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر وہ مانتا ہی نہیں۔2

کُجا یہ اخلاق کا نمونہ کہ صحابہؓ اپنے دین، اپنے تقویٰ اور اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اپنی بیویوں کو بھی طلاق دے کر اپنے بھائیوں کے سپرد کرنے کے لئے تیار تھے اور کُجا ہماری حالت ہے کہ ہم کسی بھائی کو تجارت کا ہنر سکھانے یا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہ ایک بہت مشکل کام ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ آپؐ کو آپ کی زندگی میں ہی غلبہ دے دیا جائے گا۔ مگر ہمارے لئے یہ پیشگوئی ہے کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد جا کر یہ چیز ہمیں ملے گی۔3 پس آج اُس سے زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے جتنی پہلے زمانہ میں صحابہؓ نے کیں۔ ہمیں اِس وقت تجارت کرنے والے ہزاروں نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ چاہیے کہ وہ آگے آئیں اور اپنی زندگیاں وقف کریں۔ جو تجربہ کار لوگ ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔

باہر کی ایک جماعت نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ایک غیر احمدی ہمارے ہاں آکر احمدی ہو گیا۔ جماعت نے چند سو روپیہ اکٹھا کر کے اُسے دیا تا کہ وہ اس سے تجارت کرے۔ پچھلے سال اُس نے ایک ہزار روپے سے زیادہ چندہ دیا ہے۔ پس یہ ایسی چیز ہے جس میں کامیابی یقینی ہوتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ کم ہمت اور بے وقوف انسان اس میں ناکام بھی ہوتا ہے۔ لیکن باہمت اور عقلمند انسان تجارت آسانی سے چلا لیتا ہے۔ چاہے گزارے والی تجارت ہو، چاہے لاکھوں روپے والی ہو اور چاہے کروڑوں روپے والی ہو۔ بہر حال جہاں احمدی بیٹھ جائے گا وہاں خدا تعالیٰ کے دین کا ایک مبلغ بیٹھ جائے گا۔ تجارت اُس کی کامیاب ہو یا نہ ہو مگر تبلیغ اُس کی کامیاب ہو جائے گی۔ کیونکہ احمدیت کبھی چُھپ نہیں سکتی۔ مثلاً پہلا سوال نماز کا آئے گا۔ اس کے پاس لوگ آئیں گے اور کہیں گے آپ کے آنے پر ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ مسلمان یہاں بہت کم تھے مگر ہم نے آپ کو مسجد میں کبھی نہیں دیکھا۔ دیکھو! یہاں سے تبلیغ شروع ہو جائے گی۔ وہ کہے گا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والا ہوں اور آپ ان کو نہیں مانتے۔ اس لئے میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ وہ پوچھیں گے مسیح موعود کیا ہوتا ہے اِس پر وہ بتائے گا حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ تھا۔ وہ اِس کا ثبوت پوچھیں گے اور اُسے کہیں گے

ہمارے ساتھ چل کر ہمارے مولوی صاحب سے بات کرو کیونکہ ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ بس یہیں سے بحث شروع ہو جائے گی۔ پھر جنازے کا سوال آ جائے گا۔ اس پر مذہبی بحث شروع ہو جائے گی۔ اگر تاجر نوجوان ہوئے اور اُن کے بیوی بچے نہ ہوئے تو ان میں سے کوئی کہے گا آپ نے ابھی تک شادی نہیں کی ہم میں شادی کر لیں۔ وہ کہے گا احمدیت ہمارا مذہب ہے اور ہم تو شادی احمدیوں میں ہی کریں گے اور پھر بحث شروع ہو جائے گی۔ پس یہ دو تین سوال ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے احمدیت کو چُھپایا ہی نہیں جا سکتا۔ جب کبھی نماز کا موقع آئے گا اور ہم اُن کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے۔ یا اگر جنازہ کا موقع آئے گا اور ہم ان کے جنازے میں شامل نہیں ہوں گے۔ یا شادی بیاہ کا معاملہ ہو گا اور ہم انکار کریں گے تو احمدیت کی بات شروع ہو جائے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اِن مسائل سے ہم نے اسلام میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ بغیر ان مسائل کے تبلیغ ہو ہی نہیں سکتی۔ کتنا ہی گونگا احمدی کیوں نہ ہو اِن مسائل کی وجہ سے تبلیغ پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مولوی مبارک علی صاحب جو جرمنی میں تبلیغ کے لئے گئے تھے ان کے دل میں ہمیشہ مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق شبہ رہتا تھا اور وہ خطوں میں اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ میں انہیں جواب دیتا کہ ابھی ٹھہر جائیں جب ہندوستان میں آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔ ایک دفعہ اُن کا خط آیا کہ اب مجھ کو کفر و اسلام کا مسئلہ سمجھ آ گیا ہے اور وہ اِس طرح کہ یہاں قانون کے ایک بہت بڑے پروفیسر ہیں۔ اتنے بڑے کہ آسٹریلیا اور امریکہ کی یونیورسٹیاں بھی انہیں تقریروں کے لئے بلاتی ہیں۔ میں نے اُن کو مختلف مسائل بتائے جو ہمارے اور غیر مبائعین کے درمیان مَا بِهِ النِّزَاع ہیں۔ مگر مسئلہ کفر و اسلام کا ذکر نہ کیا۔ جو مسئلہ میں بیان کرتا وہ کہہ دیتے یہ تو معمولی بات ہے۔ تمہاری چھوٹی سی جماعت ہے لیکن بڑی ایڈوانسڈ (Advanced) جماعت ہے، تمہیں چاہیے کہ آپس میں مل کر تبلیغ کرو۔ جب سارے مسائل ختم ہو گئے اور پھر بھی وہ یہی کہتے رہے تو آخر مَیں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ ایک اَور مسئلہ بھی ہے جس میں اُن کا اور ہمارا اختلاف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ہم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس پر وہ بڑے جوش میں

آکر کہنے لگے آپ نے یہ مسئلہ پہلے کیوں نہ بتایا؟ اس مسئلہ کی موجودگی میں اختلاف صحیح اور جائز ہے۔ پھر کہنے لگے تمہارے پاس وہ چیز ہے جس سے تم ترقی کر جاؤ گے اور پیغامی نہیں کریں گے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ تبلیغ کے اعلیٰ درجہ کے گُر ہیں۔ اگر تم اُن کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے رہو گے تو کوئی یہ سوال نہیں کرے گا کہ تم کون ہو؟ اگر اُن کے ساتھ مل کر جنازہ پڑھو گے تو کوئی یہ سوال نہیں کرے گا کہ تم کون ہو؟ لیکن اگر تم اُن سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھو گے، اگر ان کے جنازہ پر نہیں جاؤ گے تو وہ خود بخود پوچھیں گے کہ تم ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس صورت میں خواہ کوئی کتنا کمزور سے کمزور انسان کیوں نہ ہو اُسے بتانا پڑے گا کہ میں کون ہوں، میرا عقیدہ کیا ہے اور میں کس لئے تمہارے پیچھے نماز اور جنازہ نہیں پڑھتا۔ اور اگر شادی بیاہ کا معاملہ ہو گا تو وہ بتلائے گا کہ یہاں شادی نہ کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ہم احمدیوں میں شادی کو ترجیح دیتے ہیں یا یہ کہ میں اپنی لڑکی کا بیاہ غیر احمدیوں میں نہیں کر سکتا۔ پس یہ ایسی چیزیں ہیں جو کمزور سے کمزور ایمان والے احمدی کو بھی مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ اپنے پوشیدہ خیالات کو ظاہر کر دے۔ غرض ہمارے مسائل ایسے ہیں جن سے تبلیغ کبھی رُک نہیں سکتی۔ تجارت فیل ہو سکتی ہے لیکن تبلیغ فیل نہیں ہو سکتی۔

میں بتا چکا ہوں یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم تاجروں کو تبلیغ کے لئے باہر بھیج دیں لیکن تنخواہ دار مبلغ بھیجنا ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ اس تجویز کے سامنے آجانے کے بعد ہم خدا تعالیٰ کو یہ جواب نہیں دے سکتے کہ ہمارے پاس چونکہ روپیہ نہ تھا اس لئے ہم تبلیغ نہیں کر سکے۔ خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں نے حج کے متعلق جو مسئلہ بیان کیا تھا تمہیں اُس پر عمل کرنا چاہیے تھا۔ جیسے پنجابی میں کہتے ہیں "نالے حج نالے بیوپار"۔ اس طرح خدا تعالیٰ کہے گا جب یہ صورت تمہیں بتلا دی گئی تھی تو اس صورت پر تم نے باہر اپنے مبلغ کیوں نہ بھیجے؟ اب بتاؤ ہم کیا جواب دیں گے۔ کیا یہ کہ یہ ہماری طاقت سے باہر تھا؟ خدا تعالیٰ کہے گا اگر جماعت کے نوجوان سترہ روپے لے کر آسام اور عراق میں اپنی جانوں کو قربان کر سکتے تھے تو کیا وہ نجّاری کا کام کر کے، موٹر کی مرمت کا کام کر کے، سائیکلوں کی مرمت کا کام کر کے، ڈرائیوری کا کام کر کے، درزی کا کام کر کے یا کسی اَور قسم کی تجارت کر کے احمدیت کی تبلیغ کا کام نہیں کر سکتے تھے؟

کیا کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ جو شخص سترہ روپے کے لئے جان دے سکتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے تجارت نہیں کر سکتا؟ اگر اس میں ایمان کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو خدا تعالیٰ کو وہ کس منہ سے کہے گا کہ میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔

غرض اب تم پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ جب تک یہ راستہ تمہارے سامنے نہیں آیا تھا تم کہہ سکتے تھے ہمیں اِس کا خیال نہیں آیا لیکن اب تمہارا یہ عذر بھی ٹوٹ گیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ تم سے کہے گا میں نے اپنے ایک بندے کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا تھا اور اُس نے تم کو اِس سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ غرض اب تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ حقیقت کھل گئی ہے اور باطل کو کچلنے کے راستے خدا تعالیٰ نے ظاہر کر دیئے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی آگے نہیں بڑھے گا تو وہ بزدل اور غدار ہو گا۔ چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص آگے آئے اور اپنے اپنے رنگ میں اِس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے جس کے اٹھائے بغیر اسلام دوبارہ سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتا۔" (الفضل 20 /اکتوبر 1945ء)

1: المائدۃ:25

2: ترمذی اَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ مُوَاسَاۃِ الْاَخِ ......الخ

3: تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67